حافظ سید عزیز الرحمٰن

اسلام میں شہادت کا تسلسل

اسلام کی تاریخ، جاں فروشی اور جاں سپاری کی ان گنت داستانوں کی حامل ہے۔شہادتوں کا یہ سفر اسلام میں ایک طویل عرصے سے جاری ہے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کے صاحبزادے اور ہند ابی ہالہ کے بھائی حارث بن ابی ہالہ اسلام کے پہلے شہید ہیں۔جنہوں نے اللہ کے راستے میں شہادت کا سب سے پہلے شرف حاصل کیا

اسلام کے سب سے پہلے شہید

اسلام میں یہ رتبۂ بلند پانے والے پہلے صحابیٔ رسول کا اسم گرامی حارث بن ابی ہالہؓ ہے۔آپ اُمّ المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کے بیٹے تھے۔ابن الکلبی اور ابن حزم کے مطابق حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ اللہ کے راستے میں شہادت کا شرف حاصل کرنے والے پہلے شخص ہیں جو حرم کعبہ میں رکن یمانی کے پاس شہید ہوئے۔اسلام کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو اسلام کی کھلم کھلا تبلیغ کا حکم دیا تو ایک روز آپ مسجد الحرام میں کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا ''لوگو! لا الہٰ الا اللہ کہہ دو، کامیاب ہو جاؤ گے۔'' یہ سن کر مشرکینِ مکہ آپ ﷺ پر حملہ آور ہو گئے۔یہ دیکھ کر حارث بن ابی ہالہؓ آپ ﷺ کو بچانے کے لیے آگے بڑھے تو کفار نے انہیں گھیر لیا اور بالآخر وہ شہید ہو گئے۔جب حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، اس وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی۔(۱)

پہلی شہید خاتون

اسلام کا پیغام جوں جوں آگے بڑھتا رہا۔اسی رفتار سے کفار کے مظالم میں شدت آتی گئی اور اسلام سے متاثر ہو کر اس کی دعوت قبول کرنے والے صحابۂ کرام پر عرصۂ زیست تنگ ہوتا چلا گیا۔حضرت سیدہ سمیعہ رضی اللہ عنہا اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں اور خواتین اسلام کے لیے ان کی ذات باعثِ فخر موجب انبساط ہے۔جنہوں نے اس میدانِ جاں فروشی و جاں سپاری میں تمام خواتین اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے صحیح معنیٰ میں جان دینے کا حق ادا کر دیا۔آپؓ ایک جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں۔حضرت سمیعہ رضی اللہ عنہا ضعیف خاتون تھیں۔آپ کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہے کہ آپ السابقون الاوّلون میں شامل ہیں۔(یعنی ان ابتدائی مسلمانوں میں جو اسلام کی ابتدائی دعوت کے نتیجے میں اسلام لائے تھے۔) روایات کے مطابق آپ ابتدائی سات مسلمانوں میں شامل ہیں اور ابن سعد نے سندِ صحیح کے ساتھ مجاہد سے نقل کیا ہے کہ حضرت سمیعہ اسلام کی پہلی خاتون شہید ہیں۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی شہادت کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ابوجہل نے ایک چھوٹا نیزہ حضرت سمیعہ رضی اللہ عنہا کی ران میں مارا، جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئیں۔(۲)

شہادت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

حضرت حمزہؓ کی شجاعت اور بہادری ضرب المثل ہے۔کفار ومشرکین آپؐ کے دلیرانہ حملوں سے سخت پریشان تھے۔حضرت حمزہ جس پر تلوار اٹھاتے اس کا لاشہ ہی پھر زمین پر تڑپتا ہوا نظر آتا تھا۔غزوۂ بدر میں جبیر ابن مطعم کا چچا طعیمہ بن عدی قتل ہوا تھا۔اس کا یہ قتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ہوا تھا۔جبیر ابن مطعم کو اس کا بہت صدمہ تھا۔اپنے چچا کا بدلہ لینے کی خواہش دل میں کروٹیں لے رہی تھی۔وحشی بن حرب (حضرت وحشی بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔جب غزوۂ احد کا معرکہ ہوا تو جبیر بن مطعم نے وحشی بن حرب سے کہا کہ اگر تم میرے چچا کے بدلے میں حضرت حمزہ کو قتل کردو تو تم آزاد ہو۔چنانچہ جب اُحد کے مقام پر معرکۂ حق وباطل بپا ہوا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مشرکین مکہ باہم مدمقابل ٹھہرے۔جنگ کا آغاز ہوا۔جب صفیں مرتب ہوگئیں تو قریش کی صفوں سے سباع بن عبدالعزیٰ مبارزت طلب کرتا ہوا نکلا اور پکارا ''ہے کوئی میرا مقابل'' اس کا جواب دینے کے لیے مسلمانوں کی صفوں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نکلے اور اسے مقابلے کے لیے للکارا۔جب وہ سامنے آیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تلوار سے اس پر اس قدر شدید وار کیا کہ وہ اسی وقت جہنم واصل ہوگیا۔اسی دوران وحشی وہیں میدانِ کارزار میں ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ موقع ملے تو حضرت حمزہ پر حملہ کرے۔جب وہ لڑتے لڑتے وحشی کے قریب ہوئے تو اس نے اپنے چھوٹے نیزے سے جسے عرب حَربَہ کہتے ہیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کردیا۔وہ نیزہ اس نے حضرت حمزہؓ پر پھینک مارا، جو ان کی ناف پر لگا اور آر پار ہوگیا۔یہی زخم ان کی شہادت کا سبب بنا۔اس غزوہ میں مسلمان بڑی تعداد میں شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے، جن کی تعداد روایات میں ستر (۷۰) بیان کی جاتی ہے۔مسلمانوں کی شہادت کے بعد مشرکین مکہ کے ساتھ آنے والی خواتین نے مسلم شہداء کا مثلہ کیا جو اس زمانے کی لڑائیوں کا اہم حصہ تھا۔اس میں مقتولوں کا مخالف گروہ ان کے ہاتھ، پاؤں اور ناک وغیرہ کاٹ کر اظہارِ مسرت اور خوشی کرتا ہے۔چنانچہ اس قدیم رسم کے مطابق یہاں بھی مسلمانوں کا، مشرکین مکہ کی خواتین نے مثلہ کیا۔ان کے ناک اور کان کاٹ کر ان کا ہار بنایا۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھی مثلہ کیا گیا۔جب جنگ کا ہنگامہ سرد پڑ گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے۔آپ نے انہیں اس حال میں دیکھا کہ ان کے ناک اور کان کٹے ہوئے ہیں، شکم اور سینہ مبارک چاک ہے۔یہ جگر خراش منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبدیدہ ہوگئے۔آپ نے فرمایا کہ ''(اے حمزہ) تم پر اللہ کی رحمت ہو۔جہاں تک مجھے معلوم ہے، تم بہت مخیّر اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔'' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو ''سید الشہداء'' کا لقب عطا فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''حضرت حمزہ اللہ کے نزدیک روزِ قیامت تمام شہیدوں کے سردار ہوں گے۔'' (۳)

شہادت سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ

غزوۂ احد کے اسی معرکہ میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بھی پیش آیا۔حضرت حنظلہ اسلام لا چکے تھے مگر ان کا باپ ابو عامر فاسق کافروں کی طرف سے لڑ رہا تھا۔اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف تھا۔حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔انہوں نے حضور اکرم رحمتِ عالم ﷺ سے اپنے باپ کا مقابلہ کرنے کی اجازت طلب کی، مگر رحمت اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹا باپ کے مقابل آئے اور اس پر تلوار اٹھائے۔آپ ﷺ نے حضرت حنظلہؓ کو اس اقدام سے منع فرمادیا لیکن جہاد میں حضرت حنظلہ مسلمانوں کی طرف سے شریک تھے۔انہوں نے کفارِ مکہ کے سالار ابوسفیان (جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) پر حملہ کیا۔لیکن ابوسفیان ان کے وار سے محفوظ رہے۔ایک جانب سے اچانک شداد بن اسود نے پیچھے سے جھپٹ کر ان کے وار کو روکا اور پھر پلٹ کر حضرت حنظلہ پر حملہ کر کے ان کو شہید کردیا۔حضرت حنظلہ کی شہادت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ فرشتے حضرت حنظلہ ابن ابی عامر کو آسمان اور زمین کے درمیان سفید ابر کے پانی اور چاندی کے برتنوں سے غسل دے رہے ہیں۔آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر ان کی اہلیہ سے صورت حال دریافت کی تو معلوم ہوا کہ وہ غسل کئے بغیر ہی آوازِ جہاد بلند ہونے پر جہاد کی غرض سے گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔حالانکہ ان کو غسل کی حاجت تھی مگر جب انہوں نے جہاد کے لیے پکار سنی تو ان کے جذبۂ عمل نے اتنی تاخیر بھی قبول نہ کی کہ غسل ہی کر لیتے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کو اس درجے قبول کیا کہ ان کے لیے ان کی روح کو علیین میں پہنچنے سے قبل ہی، غسل کا انتظام فرمادیا۔انہیں فرشتوں کے معصوم اور نورانی ہاتھوں سے غسل دیئے جانے کی بنا پر آپ کو ’’غسیل ملائکہ‘‘ کا لقب ملا۔ابواُسید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔(۴)

شہادت سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ

صفر ۴ ہجری میں قبیلۂ عضل اور قارہ کے کچھ لوگوں نے آنحضور ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے قبیلے کے نومسلموں کو دینِ اسلام کی تعلیمات سکھانے کے لیے کچھ افراد ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔آپ ﷺ نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ان کے ہمراہ کردیا، ان میں سیدنا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔اس جماعت کا سربراہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔راستے میں اس قافلے میں بن لحیان نے حملہ کردیا۔اس حملے کے نتیجے میں کچھ صحابہ شہید اور حضرت زیدؓ اور حضرت خبیبؓ قید ہوگئے۔انہیں قید کرنے والوں نے انہیں مکہ لے جا کر فروخت کردیا۔جنگِ بدر میں حارث بن عامر نامی مکہ کا ایک شخص حضرت خبیبؓ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔اس لیے اس کے بیٹوں نے حضرت خبیبؓ کو خرید کر قید کردیا۔ایک روز انہیں شہید کرنے کا ارادہ کیا۔اس نیت سے انہیں حرم پاک سے باہر لے گئے۔حضرت خبیبؓ نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت ادا کرنے کی مہلت دو۔انہوں نے اجازت دے دی۔نماز کے بعد انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس خیال سے نماز طویل نہیں کی کہ تم یہ گمان کرو کہ میں موت سے ڈر کر ایسا کر رہا ہوں۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد حارث کے بیٹے عقبہ

نے انہیں سولی پر لٹکا کر شہید کر دیا۔ حضرت خبیبؓ ہی وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے قتل ہونے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرنے کا طریقہ رائج کیا (۵)۔ جب حضرت خبیبؓ کا یہ واقعہ ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر رسول اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو جا کر خبیب کو سولی پر سے اتار لائے اور اس کے بدلے جنت حاصل کرے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اور میرے ساتھی مقداد بن اسود یہ کام سرانجام دیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں صحابۂ کرام روانہ ہوگئے۔ یہ رات کو سفر کرتے اور دن میں چھپ جاتے۔ جب مقام تنعیم پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ سولی پر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش لٹکی ہوئی ہے اور اس کے پاس چالیس پہرے دار اس کی حفاظت کے لیے موجود ہیں۔ ان دونوں نے اُن پہرے داروں کو غافل پا کر حضرت خبیبؓ کی لاش کو اتار لیا جو اس وقت تک بالکل تر و تازہ تھی۔ ان کا ہاتھ زخم پر تھا اور زخم میں تازہ خون اور اس میں سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی، حالانکہ ان کو سولی پر لٹکائے چالیس روز ہو چکے تھے۔ حضرت زبیرؓ ان کو گھوڑے پر رکھ کر روانہ ہوگئے۔ جب پہرے داروں کی آنکھ کھلی اور انہیں اس واقعے کا علم ہوا تو انہوں نے قریش کو مطلع کیا۔ انہوں نے ستر سوار اِن کے تعاقب میں روانہ کئے۔ جب یہ سوار قریب پہنچے تو حضرت زبیرؓ نے حضرت خبیبؓ کی لاش کو زمین پر رکھ دیا، فوراً زمین شق ہوئی اور وہ حضرت خبیبؓ کی لاش کو نگل گئی۔ اس واقعہ کے سبب حضرت خبیبؓ کو ''بلیع الارض'' کہا جاتا ہے۔ (یعنی زمین کے نگلے ہوئے)۔ شہادتوں کے اس سفر میں حضرت خبیبؓ کی یہ امتیازی شان ہے۔ حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما نے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا اور ان کی اس شجاعت و بہادری پر آسمان سے شاباش ملی۔ حضرت جبرائیل حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ''دونوں پر فرشتے بہت فخر کرتے ہیں۔'' (٦)

شہدائے بیئر معونہ

یہ واقعہ بھی صفر ۴ ہجری کا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک بہت بڑی تعداد قیمتی جانیں دین اسلام کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے قربان کی۔ ان صحابہ کرامؓ کا امتیازی وصف یہ تھا کہ یہ تمام صحابۂ کرام حفاظ ہونے کے ساتھ ساتھ قراء بھی تھے اور ان کی تعداد بخاری شریف کی روایت کے مطابق ۷۰ تھی، ایک ایسے وقت میں جبکہ اسلام مدینہ منورہ اپنے آغاز کے مراحل میں تھا اور مسلمان بہت تھوڑی تعداد میں تھے، ان صحابہ کرام کی یہ بڑی قربانی نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ ابو براء عامر بن مالک مدینہ منورہ آیا۔ آپ ﷺ نے حسبِ معمول اسے دعوتِ اسلام دی، اس نے کچھ واضح جواب نہ دیا، البتہ یہ کہا کہ میرے ساتھ کچھ صحابہ کو بھیجیں، جو اہل نجد جائیں، مجھے امید ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اہلِ نجد کی طرف سے اندیشہ ہے، ابو براء نے کہا کہ میں ضامن ہوں۔ آپ ﷺ نے منذر بن عمرو سعدیؓ کو امیر بنا کر ستر صحابہ کرام کو روانہ کر دیا، جب بیئر معونہ کے مقام پر پہنچے، جو ایک کنویں کا نام تھا، تو اچانک رعل و ذکوان قبائل کے لوگ نمودار ہوئے اور حملہ کر دیا۔ صحابۂ کرام اس صورت حال کے لیے قطعاً تیار نہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم لڑنے نہیں آئے، مگر

وہ لوگ نہ مانے اور تمام صحابہ کرامؓ کو بے دردی سے شہید کر دیا۔صرف چند صحابہ بچے' جو کسی سبب سے وہاں موجود نہ تھے۔(۷)

شہادت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ میں' اپنے اقدامات، عدل و انصاف، نظم و ضبط اور انتظام و انصرام کے لحاظ سے نہایت بلند مقام کے حامل ہیں۔آپ کے فضائل بے شمار ہیں' جو کتبِ حدیث میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔آپ کی سب سے اہم فضیلت یہ ہے کہ آپ کو زندگی ہی میں جنت اور شہادت کی بشارت دی گئی اور زبانِ نبوت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں نعمتوں کی خوشخبری سنی۔ایک روز آپ صبح کے وقت اپنے معمول کے مطابق نمازِ فجر ادا کرنے کے لیے مسجد الحرام میں تشریف لے گئے۔ابھی آپ نے نماز شروع کی تھی کہ ایک مجوسی غلام ابولولو (جس کے مالک حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تھے) جو محرابِ مسجد نبوی میں چھپا ہوا بیٹھا تھا' وہ آپ پر حملہ آور ہوا۔اس نے اپنے زہر آلود خنجر سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شکم مبارک میں تین وار کیے۔یہ وار اس قدر کاری تھے کہ حضرت عمرؓ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ان کی جگہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ابولولوء اس واردات کے بعد فرار ہونا چاہتا تھا' مگر نمازیوں کی تنی ہوئی صفوں کے درمیان سے اس کو راہِ فرار نہ مل سکی۔اُس نے جب کوئی راستہ نہ دیکھا تو اس نے مزید صحابہ کرام (جو صف بستہ نماز کی ادائیگی میں مصروف تھے) کو زخمی کرنا شروع کر دیا۔اس کے حملوں سے تیرہ صحابہ کرامؓ زخمی ہوئے' جن میں سے سات صحابہ کرامؓ بعد میں شہید ہو گئے۔اس دوران نماز ختم ہو گئی اور ابولولوء پکڑا گیا مگر اس دوران اس نے اپنے ہی خنجر سے خودکشی کر لی۔نماز کے بعد لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر لے آئے۔تھوڑی دیر کے بعد انہیں جب ہوش آیا تو اُن کا پہلا سوال یہ تھا کہ میرا قاتل کون ہے؟ بتایا گیا کہ ابولولوء نامی مجوسی غلام ہے تو حضرت عمرؓ نے تکبیر بلند کر کے اپنی مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اللہ کا شکر کہ میری شہادت ایک کافر کے ہاتھ سے ہوئی۔سیدنا عمر فاروقؓ کی شہادت کی خبر آناً فاناً پورے شہر (مدینہ) میں پھیل گئی۔سارا شہر افسردہ ہو گیا۔آپ کے علاج کی کوشش کی گئی مگر کارگر نہ ہوئی۔حالتِ نزع شروع ہوئی اور یکم محرم الحرام ۲۳ھ کو جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔آپ کو حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں حجرۂ سیدہ عائشہ صدیقہؓ میں دفن کیا گیا۔شہادت کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ کے لیے انتخاب کی غرض سے آپ نے چھ رکنی کمیٹی قائم فرمائی جو اس حالت میں آپ کے مسلمانوں کے معاملات میں آپ کی دلچسپی اور بیدار ذہن کی دلیل ہے۔(۸)

شہادت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں سب سے اہم کردار عبداللہ ابن سبا تھا جسے تاریخ منافق یہودی کا درجہ دیتی ہے۔سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخری ایامِ خلافت میں بیرونی سازشوں کے نتیجے میں خلافت کی مخالفت شروع ہو گئی۔شورش برپا کرنے والوں نے آخر کار مدینہ منورہ پر حملہ کیا اور بعض جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے سمجھانے پر ایک بار تو واپس

ہو گئے مگر پھر فوراً ہی راستے میں پلٹ کر آ گئے اور ایک واقعہ کو بنیاد بنا کر آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارِ خلافت سے سبکدوش ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے خلافت کا لباس مجھے پہنایا ہے' وہ میں اپنے ہاتھوں سے نہیں اتاروں گا۔'' لیکن باغی شورش پر آمادہ دکھائی دیتے تھے۔ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''اگر تم خلافت سے دستبردار نہ ہوئے تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا اور اگر کوئی اور شخص ہماری راہ میں مزاحم ہوا تو اس کا بھی ہم مقابلہ کریں گے۔'' یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پایۂ ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی۔ آپؓ نے فرمایا کہ ''میں خلافت سے دستبردار نہیں ہوں گا لیکن میں کسی کو تم سے لڑنے کے لیے بھی نہیں کہوں گا اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو میری مرضی اور حکم کے خلاف کرے گا۔ میں مدینۃ الرسول میں خون بہانا نہیں چاہتا۔'' مگر باغی بالکل ٹس سے مس نہ ہوئے اور انہوں نے کاشانۂ خلافت کا اس قدر سختی سے محاصرہ کر لیا کہ وہاں کوئی چیز آ سکتی تھی' نہ جا سکتی تھی۔ اس وقت جاں نثاروں کی ایک جماعت نے حضرت عثمانؓ کی حفاظت کا عزم کیا مگر آپؓ نے انہیں بہ اصرار واپس بھیج دیا۔ چند نوجوان صحابہؓ البتہ وہاں سے نہ گئے۔ ان میں سیدنا حسین ،ابن عباس، محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ باغیوں نے بالآخر پانی تک بند کر دیا۔ محاصرے کی شدت اور حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا باغیوں کو سمجھانے کے لیے تشریف لائیں مگر انہوں نے ان کی شان میں گستاخی کی۔ ام حبیبہؓ کی سواری کو زخمی کر کے گرا دیا۔ چند افراد نے آپؓ کو وہاں سے نکال کر محفوظ مقام پر پہنچایا۔ اس وقت مدینہ منورہ کی حالت خطرناک تھی۔ باغیوں کے سامنے صحابہ کرامؓ اپنے آپ کو بے بس تصور کر رہے تھے۔ یہ حالات دیکھ کر بہت سے حضرات مدینہ منورہ سے چلے گئے۔ کچھ لوگوں نے گھروں سے نکلنا چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آخری وقت تک باغیوں کو سمجھاتے رہے لیکن باغیوں نے انہیں بھی بے بس کر دیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں آخری مرتبہ بلایا تو حضرت علیؓ کو جانے سے زبردستی روک دیا گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے اپنا عمامہ اتار کر قاصد کو دیا اور فرمایا کہ جو صورت حال ہے' وہ جا کر حضرت عثمانؓ سے کہہ دو۔ درحقیقت یہ ساری صورت حال اسلام کے خلاف تھی اور حضرت عثمانؓ اس کو خوب سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے محاصرے کے دوران باغیوں سے کئی بار خطاب کیا اور ان کی توجہ حقائق کی جانب دلانے کی کوشش کی۔ اپنی ایک تقریر میں فرمایا: ''یاد رکھو! بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر تا قیامت تم نہ تو ایک ساتھ نماز ادا کر سکو گے، نہ ایک ساتھ جہاد کرو گے۔'' (۹)۔ اور ایک بار فرمایا ''میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں' کیا تم کو معلوم نہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مسجد بہت تنگ تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس زمین کو خرید کر جو مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا؟ اس کو جنت میں اس سے بہتر جگہ ملے گی۔'' اس وقت میں نے ارشاد کی تعمیل کی اور زمین کو خرید کر مسلمانوں پر وقف کی' آج تم مجھے اس مسجد میں دو رکعت نماز تک پڑھنے سے روک رہے ہو جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں بیئر رومہ کے سوا میٹھے پانی کا دوسرا کوئی کنواں نہ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کون خرید کر مسلمانوں پر وقف کرتا ہے؟ اسے جنت میں اس سے بہتر ملے گا' تو میں نے اس کو خرید کر وقف کیا۔ آج

تم مجھے اس کنویں کا پانی پینے سے منع کر رہے ہو۔'' صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد نے عرض کی کہ ہمیں لڑنے اور باغیوں کا مقابلہ کرنے کی اجازت دی جائے' مگر حضرت عثمانؓ نے انہیں سختی سے منع کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کی آخر وقت تک یہ خواہش رہی کہ مدینۃ النبی میں خونریزی نہ ہو۔ پھر جب بعض صحابہ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ مکہ یا شام کی طرف نکل جائیں تو فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا شہر نہیں چھوڑ سکتا۔ درحقیقت انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہونے کا وقت آ پہنچا ہے۔ محاصرے کے دوران' جمعہ کا دن آ پہنچا۔ آپؓ نے روزہ رکھا' نیا پاجامہ زیب تن کیا' بیس غلام آزاد کئے اور قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ مکان کے دروازے پر حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت محمد بن مسلم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باغیوں کو روکے ہوئے تھے' مگر باغیوں نے دروازے کو آگ لگا دی اور مکان کی پچھلی جانب سے کچھ باغی گھر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت میں مصروف تھے۔ ایک شخص نے آگے بڑھ کر قرآن کریم کو ٹھکرا دیا۔ ایک دوسرے شخص نے پیشانی پر حملہ کیا' جس سے خون ابل پڑا اور سیدنا عثمانؓ گر پڑے۔ اس کے بعد ایک شخص نے آپ کے سینہ مبارک پر چڑھ کر کئی وار کئے جس کے بعد آپ شہید ہو گئے۔ اس دوران آپ کی اہلیہ محترمہ آپ کو بچانے کے لیے بڑھیں تو ان کی تین انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ آپؓ جس وقت شہید ہوئے' اس وقت یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمِ ''پس تمہیں ان سے اللہ ہی کافی ہے اور وہ سننے والا' جاننے والا ہے۔''۔ آپ کی شہادت ۱۸رذی الحجہ ۳۵ھ کو ہوئی اس پر مزید ستم یہ ہوا کہ آپ کی لاش دو روز تک پڑی رہی' کسی کو تدفین تک کی اجازت نہیں تھی۔ دوسرے روز چند افراد نے بحث کر کے جنازہ اٹھایا۔ جنازہ اٹھانے والے صرف چار آدمی تھے۔ کابل سے مراکش تک کے بلا شرکتِ غیرے فرمانروا کو صرف سترہ افراد کی مختصر سی جماعت نے جنت البقیع میں خفیہ طور پر دفن کر دیا (۱۰)۔

شہادت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ وقت تھے، جو شہید ہوئے، ان کے بعد خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شہادت کے مرتبہ سے سرفراز ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں تین خارجیوں نے مل کر حضرت عمرو بن العاص، حضرت معاویہ بن ابوسفیان اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم کو شہید کرنے کی سازش تیار کی، باقی دو تو اپنی سازش میں کامیاب نہ ہو سکے، البتہ عبدالرحمٰن بن ملجم اپنی سازش میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے ایک اور خارجی شبیب اشجعی کو بھی شریک کر لیا، ایک روز نماز فجر پڑھانے کے لیے حضرت علیؓ باہر نکلے، یہ دونوں راستے میں چھپے ہوئے تھے، ان دونوں نے فوراً حملہ کر دیا، زخم کاری لگا، حضرت علیؓ نے لوگوں کو آواز دی، لوگوں نے چاروں طرف سے دھاوا بول دیا، ابن ملجم تو پکڑا گیا، البتہ اس کا ساتھی فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا، اسے حضرت علی کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اسے اچھا کھانا اور نرم بستر دو، اگر میں زندہ رہا تو اس کے بارے میں خود فیصلہ کروں گا، اور اگر میں وفات پا گیا تو اسے بھی میرے پاس پہنچا دینا، اس کا معاملہ رب العالمین کے

سامنے پیش کروں گا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز اور ہفتے کی رات اسی حالت میں رہے، اور گیارہ رمضان المبارک اتوار کی رات کو وفات پا گئے اور اپنے پیش رو خلفائے ثلاثہ اور حضور اکرم ﷺ سے جا ملے، یہ سن ۴۰ ہجری کا واقعہ ہے۔(۱۱)

حضور اکرم ﷺ کی امت میں ہونے کا شرف پانے والوں کے سب سے پہلے طبقے کی جاں نثاری و جاں فروشی کے یہ چند مظاہر پیش کئے گئے۔سلسلۂ شہادت کی ہر کڑی کا ذکر یہاں مقصود نہیں۔صرف ان واقعات کا ذکر کیا گیا، جو اپنی کسی خصوصیت کے سبب خاص شان اور امتیازی خصوصیت کی حامل تھے،اس سلسلے کی ایک کڑی شہادت حسین رضی اللہ عنہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم ﷺ کی کامل اتباع اور شہادت کی سعادتِ عظمیٰ نصیب فرمائے۔آمین

حوالہ جات

(۱)ابن الحجر العسقلانی‘الاصابہ‘ مکتبہ تجاریہ الکبریٰ مصر ۱۹۳۹ء‘ج ۲‘ص ۲۹۲

(۲)زرقانی‘شرح مواہب المدنیہ‘دارالمعرفہ‘بیروت ۹۳ء‘ج ۱‘ص ۲۶۶‘احمد زینی‘السیرۃ النبویہ‘داراحیاء التراث العربی‘بیروت‘ج ۱‘ص ۲۳۸،۲۳۹

(۳)ابن سعد‘الطبقات الکبریٰ‘دارالکتب العلمیہ، بیروت ،۹۷ء‘ج ۳‘ص ۵/ زرقانی‘ج ۲‘ص ۵۱/ الاصابہ‘ج ۱‘ص ۳۵۳/ ابن الحجر العسقلانی‘فتح الباری‘قدیمی دواخانہ کراچی‘ج ۷/کتاب المغازی فی الجواب مختلفۃ/ ابن ہشام السیرۃ النبویہ‘دارالمعرفہ‘بیروت‘ ۱۹۷۸ء‘ج ۳‘ص ۱۷۸

(۴)السہیلی‘الروض الانف‘دارالمعرفہ‘بیروت ۷۸ء‘ج ۳‘ص ۱۶۳/ السیوطی‘خصائص کبریٰ‘مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی‘ج ۲/ ابن کثیر‘السیرۃ النبویہ‘داراحیاء التراث العربی‘بیروت‘ج ۳‘ص ۴۱

(۵)بخاری‘الصحیح‘مصطفیٰ البابی الحلبی‘مصر‘۵۳ء‘ج ۳‘ص ۲۰

(۶)زرقانی‘ج ۲‘ص ۳۷/ ابن کثیر‘البدائیہ والنہایہ‘دارالفکر‘بیروت‘ج ۴‘ص ۶۷/ ابن سیدالناس‘عیون الاثر‘ مکتبہ ذرالتراث‘مدینہ منورہ ۹۲ء‘ج ۲‘ص ۶۴

(۷)ابن ہشام‘ج ۲‘ص ۲۳۱/ بخاری‘ج ۳‘ص ۲۰/ زرقانی‘ج ۲‘ص ۷۷

(۸)الاصابہ‘ت ۵۷۳۸/ ابن الاثیر‘الکامل‘ص ۳‘ص ۱۹

(۹)ابن سعد‘ج ۳‘ص ۵۵

(۱۰)ابن سعد‘ج ۳‘ص ۳۹/ الاصابہ‘ج ۲‘ص ۴۶۲/ ابن عبدالبر‘الاستیعاب‘ج ۳‘ص ۶۹

(۱۱)ابن سعد‘ج ۳‘ص ۱۴/ ابن کثیر‘البدائیہ والنہایہ‘ج ۷‘ص ۲۴۹/محمد بن یوسف الصالحی الشافی‘سبل الہدیٰ والرشد‘دارالکتب العلمیہ‘بیروت‘۹۳ء‘ج ۲‘ص ۲/ الاصابہ‘ج ۴‘ص ۴۶۲